مہاتما گاندھی: تعلیمی، مذہبی نقطہ نظر اور ہم آہنگی

ڈاکٹر شیریں فاطمہ
حق مینشن بھٹ جی گھاٹ پاٹن پول
کوٹہ (راجستھان)

ملخص

زبان اظہارِ خیال کرنے اور ایک دوسرے کی بات سمجھنے، سمجھانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ زبان وہ ہے جو زبان ذدِ عام ہو۔ جس کی شیرینی رس گھولتی ہو۔ زبان کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اچھی زبان انسان کی عزّت بڑھاتی ہے۔ اس کی شخصیت کی پہچان کراتی ہے۔ سماج اور معاشرے کو بولنے کے آداب سکھاتی ہے۔ برعکس اس کے بری اور بھدّی زبان انسان کو ذلّت اور رسوائی دلاتی ہے۔ لہذا اس مقابلے میں ہر کوئی چاہتا ہے کہ وہ اچھی زبان بولے۔ صاف ستھری زبان بولے۔ دل کو اچھی لگنے والی زبان بولے۔ اور سب سے اچھی زبان وہ ہے جو اس کے گھر میں بولی جاتی ہے۔ عام طور پر گھر پر بولی جانے والی زبان ہی بچّے کی مادری زبان ہوتی ہے۔ جسے وہ سنتا ہے اور بولتا ہے۔ یہی زبان اس کے ذہنی نشو ونما میں مدد گار ہوتی ہیں۔

گاندھی جی نے ابتدائی تعلیمی نظام کو مصنوعی اور نا قابلِ عمل سمجھا۔ کیوں کہ اس سے زندگی کے حقیقی مسائل کے ادراک میں مدد نہیں ملتی تھی۔ اور نہ ہی بچّے کو اس کے ماحول سے جوڑنے میں مدد ملتی تھی۔ اس میں معلومات کو غیر فعال طور پر حاصل کیا جاتا تھا۔ گاندھی جی کا خیال تھا کی وسیع نقطہ نظر، رواداری اور اچھے پڑوسی پن کی خصوصیات کو فروغ دینا چاہیے۔ تعلیم کا ہدف

ریاضی، لکھنا، پڑھنا، اور سیکھنا نہیں ہے۔

گاندھی جی بنیادی تعلیم میں تعلیم کا بہترین ذریعہ مادری زبان کو مانتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ملکی زبان کے ذریعے ہی ملک کی تہذیب وادب خوشحال ہوں گے۔ اور مختلف طبقوں کے لوگوں میں بھائی چارگی بڑھے گی۔ ان کا ماننا تھا کے بنیادی تعلیم کا ذریعہ مادری زبان اور اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ملکی زبان ہونا چاہیے۔ وہ سچّائی اور عدم تشدد کو زندگی کا حتمی مقصد سمجھتے تھے۔ اسی سچے عدم تشدد کی طاقت پر انہوں نے صدیوں کی غلامی سے ہندوستان کو آزادی دلائی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

کروڑوں لوگوں کو اپنے پیچھے چلنے کی تلقین کرنے والے کوئی اور نہیں موہن داس کرم چند گاندھی تھے۔ جنہیں ہندوستان میں باپو اور دنیا میں مہاتما گاندھی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ گاندھی جی ۲ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو کاٹھیاواڑ، پوربندر گجرات میں ایک وشیہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کرم چند گاندھی اور والدہ پتلی بائی تھیں۔ ان کی والدہ انتہائی مذہبی خاتون تھی۔ کسی بھی شخص کے شخصیت کی تعمیر اس کے بچپن میں ملی تہذیب پر منحصر کرتی ہے۔ گاندھی جی کے شخصیت کی تعمیر میں ان کی والدہ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

سن ۱۸۸۸ء میں وہ قانون کا مطالعہ کرنے کی غرض سے انگلینڈ گئے۔ وہ ایک ہونہار طالبِ علم تھے۔ ایک وکیل کی حیثیت سے وہ عوام کے لئے انصاف حاصل کرنا اور زیادہ تر بحثوں میں آپسی معاہدے اور تعاون سے کام لینا صحیح سمجھتے تھے۔ ۱۸۹۱ء میں وہ بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے وطن لوٹ آئے۔

جلد ہی گاندھی جی کو وکالت کے سلسلے میں جنوبی افریقہ جانا پڑا۔ یہاں پر انہیں کچھ ایسے تجربے ہوئے جس سے ان کو ہندوستان کے صورتِ حال معلوم ہوئے۔ اس سے انہیں جدّ وجہد کرنے کا حوصلہ ملا۔ افریقہ میں قیام کے دوران انہوں نے ایک مدرّس، ڈاکٹر اور ایک مدیر کے طور پر کام کیا۔ اور یہیں سے ان کی آشرمی زندگی کا آغاز ہوا۔ یہ آشرمی زندگی اس وقت شروع ہو کر

آخر تک دکھائی دیتی ہے۔گاندھی جی جنوبی افریقہ میں ۲۰ سال تک رہے۔ان ۲۰ سالوں میں وہ افریقہ میں مقیم ہندوستانیوں اور کالے لوگوں کو ان کے انسانی حقوق دلوانے کی جدّ وجہد کرتے رہے۔انہوں نے ہر ایک جبر کا سختی سے مقابلہ کیا۔کسی بھی حالت میں معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا ۔یہیں پر انہوں نے ہندو،مسلم،سکھوں میں بنیادی اتحاد کو ضم کیا۔انہوں نے سمجھ لیا کے سبھی مذاہب کا مقصد ایک ہی ہے۔

سن ۱۹۰۱ء میں وہ ہندوستان لوٹ آئے۔اسی سال انہوں نے کلکتہ میں کانگریس سیشن میں اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔سیاسی رہنماؤں سے بات کی،جلد ہی ان کے سیاسی اثر ورسوخ میں اضافہ ہوا۔اور ان کو ملک کا اعلیٰ ترین رہنماء سمجھا جانے لگا۔دریں اثنا وہ پھر ایک بار افریقہ گئے۔اور چند سالوں بعد لوٹ کر پوری طرح وہ سیاست میں ڈوب گئے۔۲۵ مئی ۱۹۱۴ء کو انہوں نے احمد آباد میں ستیہ گرہ آشرم قائم کیا۔اور اس کے بعد ہندوستانی سیاست کی ڈور سمبھالی۔

سن ۱۹۲۰ء انہوں نے ''مشہور عدم تعاون کی تحریک'' چلائی۔۱۹۳۰ء میں انہوں نے ''سول نافرمانی کی تحریک'' شروع کی اور نمک بنا کر''نمک قانون'' توڑا۔حالانکہ گاندھی جی کے' 'ارون معاہدے'' کے بعد یہ تحریک ملتوی کر دی گئی۔سن ۱۹۴۲ء میں''بھارت چھوڑو'' کی تجویز پیش کی گئی۔اور گاندھی جی کو جیل جانا پڑا۔جیل میں انہوں نے ۲۱ دن کے روزے رکھے۔۱۹۴۷ء میں کانگریس کی کوششوں سے ملک کو آزادی ملی۔۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۷ء تک ہندوستانی قومی تحریک کے دور کو گاندھی عہد کہا جاتا ہے۔کیوں کہ اس دور میں ہندوستان میں جو کچھ ہوا اس کی قیادت گاندھی جی نے کی تھی۔

ہندوستان کو آزادی کی روشنی دکھانے والا یہ سورج آزادی حاصل ہونے کے چند مہینوں بعد ہی غروب ہو گیا۔۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو 'ناتھورام گوڈسے' نامی ایک ہندو بنیاد پرست نے گاندھی جی کا قتل کر دیا۔مرتے وقت گاندھی جی کے منہ سے .....ہے رام! لفظ نکلے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گاندھی جی کی تمام عمر ایک ہندو مہاتما کی حیثیت سے گزری۔ ہمارا مقصد یہاں

گاندھی جی کی حالاتِ زندگی پر بحث کرنا نہیں بلکہ ان کے تعلیمی نقطہ نظر کو جاننا ہے۔

گاندھی جی کا تعلیمی نقطہ نظر:تعلیم کے سلسلے میں گاندھی جی کا خیال بالکل واضح تھا،وہ کہتے تھے ''تعلیم سے میرا مطلب ہے کہ نوازائیدہ اورانسان میں بہترین جسم ،ضمیراورروح کا ہمہ جہت اظہار ہے۔خواندگی تعلیم کا مقصد نہیں۔انہوں نے برطانوی حکومت کے زیرِ انتظام چلائی گئی ''ابتدائی تعلیم اسکیم''پرتنقید کی۔ان کی نظر میں تعلیم کا مقصد خود انحصاری ہے۔تعلیم کے ذریعے ہر ایک بچے میں مکمل طور پر خود انحصار ہونے کی اہلیت ہونی چاہیے۔

اس خود انحصاری میں روزی کمانے کی صلاحیت بھی شامل ہے۔گاندھی جی کے لفظوں میں ''تعلیم بے روزگاری کے خلاف ایک قسم کی انشورینس ہونی چاہیے''۔اس لئے گاندھی جی نے اپنی 'بنیادی تعلیم اسکیم' میں صنعت کے ذریعے تعلیم اور بنیادی تعلیم کے طریقۂ کار پر زور دیا ہے۔ روسو کی طرح گاندھی جی نے بھی تعلیم کو بچوں کی مرکزیت سمجھا ہے۔ان کے الفاظ میں ''حقیقی تعلیم وہ ہے جو بچوں کی روحانی ،فکری اور جسمانی طاقتوں کی حوصلہ افزائی کرتی رہے''۔اس طرح تعلیم کا ہدف ہمہ جہت ترقی کرنا ہے۔اس میں بچوں کے دماغ کے ساتھ ساتھ اس کے جسم اور روح کی بھی مکمل ترقی ہوتی ہے۔گاندھی جی تعلیم کو کردار نگاری کی بنیاد سمجھتے تھے۔

تعلیم کے ذریعے طالبِ علم میں عدم تشدد اور جمہوری خصوصیات کو فروغ دینا چاہیے ۔گاندھی جی نے ابتدائی تعلیمی نظام کو مصنوعی اور نا قابلِ عمل سمجھا۔کیوں کہ اس سے زندگی کے حقیقی مسائل کے ادراک میں مدد نہیں ملتی تھی۔اور نہ ہی بچّے کو اس کے ماحول سے جوڑنے میں مدد ملتی تھی۔اس میں معلومات کو غیر فعال طور پر حاصل کیا جاتا تھا۔گاندھی جی کا خیال تھا کی وسیع نقطہ نظر، رواداری اور اچھے پڑوسی پن کی خصوصیات کو فروغ دینا چاہیے۔تعلیم کا ہدف ریاضی،لکھنا،پڑھنا، اور سیکھنا نہیں ہے۔

گاندھی جی پر ٹالسٹائے کا بھی بہت اثر تھا۔انہونے ۲۵ مئی ۱۹۱۵ء کو احمد آباد کے سابرمتی کے کنارے 'ستیہ گرہ آشرم' کے ساتھ ایک اسکول بھی قائم کیا۔یہ اسکول ان کے تعلیمی

نظریات کے لئے لیبارٹری بن گیا اوراس سے گاندھیائی تعلیم کا نمونہ پیش ہوا۔سن۱۹۳۲ء تک گاندھی جی کے تعلیمی نظریات بہت پختہ ہو چکے تھے۔

گجراتی میں لکھی ان کی تصنیف ''ستیہ گرہ سمرنوں اتیہاس'' میں ان کے افکار کو وسیع پیمانے پر بیان کیا گیا ہے۔گاندھی جی بنیادی تعلیم میں تعلیم کا بہترین ذریعہ مادری زبان کو مانتے تھے۔ان کا کہنا تھا کہ ''ہمیں اپنی مادری زبان پر اسی طرح قائم رہنا چاہئے جس طرح میں اپنی ماں سے چمٹ جاتا ہوں''۔

گاندھی جی تعلیم کے ذریعے کے طور پر انگریزی کے سخت خلاف تھے۔اس سلسلے میں انہوں نے کہا'' آج جب ہمارے پاس مفت اور لازمی ابتدائی تعلیم شروع کرنے کا ذریعہ نہیں ہے تو ہم انگریزی پڑھنے کے انتظامات کیسے کر سکتے ہیں۔روس نے انگریزی کے بغیر اپنا تمام سائنسی کام کیا، یہ ہماری ذہنی نفسیات ہے جو ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم انگریزی کے بغیر کام نہیں کر سکتے۔

ان کا خیال تھا کہ ملکی زبان کے ذریعے ہی ملک کی تہذیب و ادب خوشحال ہوں گے۔اور مختلف طبقوں کے لوگوں میں بھائی چارگی بڑھے گی۔ان کا ماننا تھا کے بنیادی تعلیم کا ذریعہ مادری زبان اور اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ملکی زبان ہونا چاہیے۔

ان کا ماننا تھا کہ بچّوں پر انگریزی مسلط کرنا ان کی فطری نشو ونما اور ممکنہ طور پر ان کی اصلیت کو ختم کرنا ہے۔ان کے تعلیمی فلسفے کا مقصد ایک نیا معاشرہ قائم کرنا تھا،لیکن ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ انہوں نے انفرادی ترقی سے زیادہ معاشرتی ترقی پر زور دیا۔یہ صحیح ہے کہ بطور سیاسی رہنما ان کی نظر سماجی تنظیموں پر تھی۔لیکن ان کی تعلیم کا مقصد معاشرے کی ترقی سے زیادہ انفرادی ترقی تھا۔وہ ایک مثالی جمہوریت میں مناسب تعلیمی نظام کا انتظام کرنا چاہتے تھے۔

اگرچہ آج کے حالات اس کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے اور موجودہ دور میں ان کو اپنایا نہیں جا سکتا،تو اس سے گاندھی جی کے تعلیمی فلسفے کی اہمیت کسی بھی طرح کم نہیں ہوتی۔انہوں نے

ان تمام موضوعات پر اپنے بنیادی نظریات پیش کئے ہیں جن میں خواتین کی تعلیم، اساتذہ کے لئے ضروری خصوصیات، اہداف اور تعلیم کے ذرائع شامل ہیں گاندھی جی ہندوستان اور ہندوستانی ثقافت کو بہت گہرائی سے سمجھتے تھے۔ گاندھی جی کے بارے میں جتنا بھی کہا جائے کم ہے۔ وہ سچائی اور عدم تشدد کو زندگی کا حتمی مقصد سمجھتے تھے۔ اسی سچے عدم تشدد کی طاقت پر انہوں نے صدیوں کی غلامی سے ہندوستان کو آزادی دلائی۔ ان کی زندگی کے نہ جانے کتنے ایسے واقعات ہیں جن سے ان کے اصولوں اور نظریات کی تصدیق ہوتی ہے۔

گاندھی جی کے تعلیمی مقصد مطالعہ کے بعد، ہم اپنے اصل مقصد کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ آزادی کے بعد جب تقسیم ہند کی بات شروع ہوئی تو گاندھی جی بہت افسردہ ہوئے۔ وہ تقسیم نہیں چاہتے تھے۔ لیکن حالات ایسے بن چکے تھے کہ تقسیم ہو کر رہی۔ افسوس کی بات یہ تھی کہ گاندھی جو سمجھنے میں ہندو اور مسلمان دونوں سے بھول ہوئی۔ گاندھی جی دونوں تنظیموں کی جنونیت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ پاکستان بننے پر وہ پاکستان کی مالی مدد کرنا چاہتے تھے۔ لیکن بنیاد پسند ہندوؤں نے اس پالیسی کی مخالفت کی۔

ہندومت کے پیروکار ہونے کے باوجود گاندھی جی تمام مذاہب کا احترام کرتے تھے۔ انہوں نے تمام مذاہب کو مساوات کی نظر سے دیکھا۔ اور انکی دی گئی تعلیمات کو اپنی زندگی میں اپنایا۔ گاندھی جی نے تقریباً تمام مذاہب جیسے ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، بدھ، جین، وغیرہ مذہبی متن کا مطالعہ کیا۔

گاندھی جی کا مذہبی نقطہ نظر: گاندھی جی نے مذاہب کے سلسلے میں جو نظریات پیش کئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ مہاتما گاندھی اور ہندو مذہب: جدید ہندوستان کی قومی بیداری میں گاندھی جی کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ وہ خود کو ایک سناتنی ہندو کہتے تھے۔ وہ خدمت کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ ان کا ماننا تھا کہ اخلاقیات اور خوبیوں سے مالا مال ہندو مذہب انسان کو فلاح و بہبود کا راستہ دکھاتا

ہے۔ ہندو مذہب کا اصل اور دنیا کا سب سے قدیم متن وید میں جو انوکھا علم ہے، ایک ''سدو بپرا بہودھا بدنتی'' ہے جس کا معنی ہے حقیقت (سچ) ایک ہی ہے جس کا علماء نے متعدد طریقوں سے بیان کیا ہے۔ ''وسودھیو کٹمبکم سروے بھونتو سکھنہ'' کے احساس کے ساتھ ہی انسان خوشی اور سکون سے رہ سکتا ہے۔ گاندھی جی یہ اچّھی طرح سمجھتے تھے۔ ''ہندو مذہب کا وقار حق اور عدم تشدد پر منحصر ہے۔ اور ہندو مذہب کسی بھی مذہب کا مخالف ہو ہی نہیں سکتا''۔ **(ہریجن سیوک ۲۸/۳/۲۵)**

ہندو مذہب کے معنی ہے زندگی میں دین پر عمل کرنا، نہ کہ دوسروں کی تبلیغ کرنا۔ وہ ہمیشہ یہی دعا کرتے تھے کہ ''ویشنو جن تو تے نے کہیئے جے پیر پرائی جانے رے''، لہذا ویشنو اور ہندو وہ ہے جو دوسرے کی تکلیف کو سمجھے۔ اس دعا سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہندو مذہب صرف ہندوستان کے لئے نہیں بلکہ انسانیت کو امن و سکون بخشنے والا مذہب ہے۔

گروکل میں سن ۱۹۲۵ء میں تقریر کرتے ہوئے گاندھی جی نے کہا تھا کہ ''میں ہندو مذہب سے پوری طرح مطمئن ہوں''۔ یہ اتنا وسیع ہے کہ یہ ہر طرح کے عقاید کو پناہ دیتا ہے۔ سن ۱۹۲۰ء میں شانتی نکیتن میں تقریر کرتے ہوئے گاندھی جی نے کہا کہ ''ذاتی شکل میں میرے لئے صرف ایک مذہب ہے وہ ہندو ہے۔ میں اپنے آپ کو ہندو کہلانے میں فخر محسوس کرتا ہوں۔ جہاں تک میں اس مذہب کو سمجھ پایا ہوں یہ ایک پختہ مذہب ہے۔ اس میں رواداری ہے اور یہ دوسرے مذاہب کا احترام کرتا ہے۔ میں ہندو اس لیے ہوں کہ ہندو مذہب ہی وہ چیز ہے جو دنیا رہنے کے قابل بناتی ہے۔ **(نوجیون ۱/۱۲/۲۶)**

گاندھی جی کے مطابق ہندو ''اپنیشدوں اور پرانوں'' کو مقدّس کتابوں کے طور پر قبول کرتا ہے۔ جسے عدم تشدد جیسے پانچ یموں پر یقین ہیا ور جو اپنی بہترین صلاحیت کے ساتھ ان پر عمل کرتا اہے۔ جو روح اور الٰہی میں یقین رکھتا ہے۔ اسے یقین ہے کہ روح لازوال ہے۔ اور انسانی کوششوں کا مقصد نجات حاصل کرنا ہے۔ ہندو مذہب کے بحران پر گاندھی جی کہتے ہیں۔ کہ ہندو مذہب کی پاکیزگی ہندو مذہب کے فلسفے پر مبنی ہے۔ جب ہندو مذہب پر بحران آتا ہے تو اس کے

بعد ہندو مذہبی برائی کا سبب ڈھونڈھتا ہے اور اس کا علاج کرتا ہے۔ ہندو مذہب یعنی نہ رکنے والا، آگے بڑھنے والا، سچّائی کی تلاش کی راہ ہے۔ آج یہ مذہب تھکا ہوا سا لگتا ہے۔ آگے بڑھنے کی ترغیب دینے میں معاون ثابت نہیں ہوتا دکھتا، اس کی وجہ ہے ہم تھک گئے ہیں مذہب نہیں۔ جس لمحے ہماری تھکاوٹ دور ہوگی اس لمحے ہندو مذہب میں ایسا دھماکا ہوگا۔ جیسے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ ہندو مذہب اپنے اثر اور رسوخ سے دنیا میں چمک اٹھیگا۔ ہندو مذہب قدیم مثبت فکر انگیز انداز میں عدم تشدد کے ذریعے پوری دنیا کو امن کی راہ دکھا سکتا ہے۔

گاندھی جی عدم تشدد کے ذریعے ہی آزادی حاصل کر سکے۔ کیوں کہ ہندو لوگ عدم تشدد کے اصول کو سمجھتے ہیں۔ اور اپنی زندگی میں با قاعدگی کے ساتھ اس کا استعمال کرتے ہیں۔ لہذا انہوں نے گاندھی جی کی مکمل حمایت کی۔ اگر گاندھی جی کی پیدائش کسی دوسرے ملک میں ہوتی تو ان کے پاس یہ عدم تشدد غالب خیالات نہیں ہوتے۔ خواہ ہوتے بھی تو ان کو کوئی تعاون حاصل نہیں ہوتا۔ ہندوستان نے ہزاروں سالوں سے پوری دنیا میں سچّائی، عدم تشدد اور امن کا پیغام دیا ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ہندو مذہب کی عدم موجودگی میں انسانی تہذیب نے ایک الگ ہی شکل اختیار کر لی ہوتی اور دنیا تیسری عالمی جنگ میں پھنس کر ختم ہوگئی ہوتی۔

۲۔ مہاتما گاندھی اور دینِ اسلام: دینِ اسلام کی تعلیمات آسان ہیں۔ منافقین اور اندھے عقائد کے لئے دینِ اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اسلام میں شرک، مورتی پوجا، پروہتواد وغیرہ کی مخالفت کی گئی ہے۔ اس میں ایک ہی خدا کی عبادت پر زور دیا گیا ہے۔ ابتدا میں اندھا اعتماد، برائیاں اور بدانتظامی پھیلی ہوئی تھی۔ ایسی صورتِ حال میں حضرت محمد ﷺ نیا سلام کی آسان تعلیمات پیش کی تو لوگ دینِ اسلام سے بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا اسلام لی آسان تعلیمات کی وجہ سیدینِ اسلام خوب پھیلا۔

ڈاکٹر بھیم راوٗ امبیڈکر کے مطابق 'اسلام ایک سرشار اور آفاقی مذہب ہے۔ جو اپنے پیروکاروں کے ساتھ یکساں سلوک کرتا ہے۔ یعنی سب کو برابر سمجھتا ہے'۔ (The spoke

Ambedker "part-Bhagwandas page no.144-145)

گاندھی جی کے مطابق ''اسلام اپنے عظیم عہد میں بھی قدامت پسند نہیں تھا۔ بلکہ پوری دنیا اسکی تعریف کر رہی تھی۔اس وقت جب مغربی دنیا میں اندھیرا پھیلا ہوا تھا مشرقی افق پر ایک روشن ستارا چمکا۔جسنے حیرت زدہ دنیا میں روشنی اور امن قائم کیا۔اسلام کوئی جھوٹا مذہب نہیں ہے۔ ہندوؤں کو بھی اس کا مطالعہ اسی طرح کرنا چاہئے جیسے میں نے کیا۔تب پھر وہ بھی میری ہی طرح اس سے محبت کرنے لگیں گے۔

میں پیغمبرِ اسلام ﷺ کی سوانح حیات کا مطالعہ کر رہا تھا جب میں نے کتاب کا دوسرا حصّہ بھی مکمّل پڑھ لیا تو مجھے افسوس ہوا کہ میرے پاس اس عظیم الشان شخصیت کا مطالعہ کرنے کے لئے مزید کتابیں نہیں تھیں۔اب مجھے پہلے سے زیادہ یقین ہے کہ یہ تلوار کی طاقت نہیں تھی جانے اسلام کے لئے والمی سرزمین فتح کی بلکہ یہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی نہایت سادہ زندگی، عہد اور انکی تعلیمات تھی۔ یہ آپ ﷺ کا اپنے پیروکاروں اور دوستوں سے محبت کرنا اور خدا پر یقین تھا۔ یہ تلوار کی طاقت نہیں تھی بلکہ وہ خصوصیات اور خوبیاں تھی جن سے ساری رکاوٹیں دور ہو گئیں اور آپ ﷺ نے تمام مشکلات پر فتح حاصل کر لی۔(**جگت مہرشی، ص-۲**)

گاندھی جی نے سن ۱۹۳۷ء میں رسالہ ''ہریجن'' میں لکھا تھا ''اگر سوراج مل جاتا ہے تو ہم ملکی نظام حضرت عمرؓ (دوسرے خلیفہ) کی خلافت کی طرز پر چلائیں گے۔ کیوں کہ حضرت عمرؓ کے نافذ کردہ اسلامی شریعت کے قانون کے مطابق پیشگوئی کے قوانین مسلمان اور غیر مسلم دونون پر یکساں طور پر لاگو ہوں گے۔مسلمان کا سامان غیر مسلم چرائے یا غیر مسلم کا مسلمان چرائے دونوں کو یکساں سزا ملے گی۔شراب بنانے اور فروخت کرنے کی صورت میں سزا کے حقدار صرف مسلمان ہوں گے۔سود اور اس کا کاروبار سب کے لئے جرم ہوگا۔شراب کی طرح سے ہی سور پالنے، اس کا گوشت فروخت کرنے اور کھانے پر کسی غیر مسلم کو نہیں روکا جائے گا۔ یہاں تک کے اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کے سور یا شراب کو نقصان پہنچاتا ہے تو اس سے اس سامان کا معاوضہ فراہم

کروایا جائے گا۔

گاندھی جی نے ۱۹۳۷ء میں اپنی ایک تقریر میں سادگی سے زندگی گزارنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ ”میں رام چندر جی اور کرشن جی کا حوالہ نہیں دے سکتا ہوں کیوں کہ وہ تاریخی شخصیات نہیں ہیں، میں مجبور ہوں سادگی کے لئے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا نام پیش کروں گا وہ بہت بڑی سلطنت کے حاکم تھے لیکن انہوں نے سادگی سے زندگی گزاری۔

Gandhi in his statement in the "Tej"dated 5th October (1925)

اسلام پر مہاتما گاندھی کے خیال تھے کہ ”یوروپ والے جنوبی افریقہ میں اسلام کی تشہید سے خوفزدہ ہیں اس اسلام سے جس نے اسپین کو مہذب کیا۔ اس اسلام سے جس نے مراکش تک روشنی پہنچائی اور دنیا کو اخوّت کی انجیل پڑھائی۔ جنوبی افریقہ کے یوروپی اسلام کے پھیلاؤ سے صرف اس لئے خوفزدا ہیں کیوں کہ ان کے پیروکار گوروں کے ساتھ یکسانیت کی مانگ نہ کر بیٹھے۔ اگر ایسا ہے تو انکا ڈرنا ٹھیک ہے۔ اگر اخوّت ایک گناہ ہے اور اگر کالی نسلوں کی گوروں سے برابری ہی وہ چیز ہے جس سے وہ ڈر رہے ہیں تو پھر اسلام کی تشہید سے ان کے ڈرنے کی وجہ سمجھ میں آجاتی ہے۔ **(پروفیسر کے۔ ایس راما کرشنا راؤ کی مدھور سندیش سنگم، دہلی میں شائع کتاب ”اسلام کے پیغمبر محمدﷺ میں، صفحہ نمبر ۱۳)**

گاندھی جی کے مطابق اسلام میں سبھی مسلمان برابر ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دینِ اسلام میں بلا تفریق ہر شخص کے معاشرتی اور معاشی حقوق کو برابر سمجھا جاتا ہے۔ اس مذہب میں ذات پات اور اونچ نیچ کے نام پر تفریق بھی نہیں ہوتی۔ لہذا دوسرے مذاہب کے لوگ برابری کی عزّت پانے کی نظر سے اسلام قبول کر لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام ان ممالک میں بھی پھیلا جہاں معاشرتی عدمِ مساوات موجود تھیں۔

۳۔ مہاتما گاندھی اور عیسائی مذہب؛ عسائی مذہب دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے۔ عیسائیت کے

پیروکار ہر ملک میں پائے جاتے ہیں یہ یوروپ اور امیریکہ کے تمام ممالک کا اصل مذہب ہے۔حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات بہت آسان تھی۔ان کی تعلیمات میں تماشوں ،مذہبی رسموں اور منافقین کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ان کا بنیادی مقصد انسانی فلاح اور بہبود تھا۔لہٰذا حضرت عیسیٰؑ کی آسان تعلیمات لوگوں کو جلد سمجھ میں آجاتی تھی۔اس وجہ سے بھی ہزاروں لوگ عیسائی مذہب کے پیروکار بن گئے۔

بہت سی دینی کتابوں ،مذاہب اور مغربی فلسفیوں کے خیالات نے گاندھی جی کے افکار کو متاثر کیا۔عیسائی صحیفوں میں' نیوٹیسٹامینٹ 'او'رسمرو آن دی ماونٹ' نے گاندھی جی کے افکار پر گہرا اثر ڈالا۔عدم تشدد کی مذاحمت کی تعلیم انہیں عیسیٰؑ مسیح کے ان الفاظ سے ملی،''خدا انہیں معاف کردے کیوں کے وہ نہیں جانتے وہ کیا کررہے ہیں۔

تین جدید عیسائی فلسفی جان رسکن ،ہینری دیوڈ تھورو اور ٹالسٹائے نے گاندھی جی کو بہت متاثر کیا۔جان رسکن کی تصنیف ''ان ٹو دِس لاسٹ'' سے دستی مزدوری کا احترام سیکھا اس معاشی نظام پر غور کیا جس سے ہر ایک کو فائدہ ملتا ہو۔گاندھی جی تھورو کی سول نافرمانی سے متاثر ہوئے۔ٹالسٹائے کے اثر ورسوخ میں گاندھی جی نے عیسائیت کی اخلاقی انتشار کا نظریہ اپنایا۔اس کے''اشور کا سامراجیہ اپنے اندر ہے''،کے عنوان کے مضمون کو پڑھنے کے بعد گاندھی جی کے شک وشبہات دور ہو گئیا ور عدم تشدد پر ان کا اعتماد اور مضبوط ہو گیا۔ٹالسٹائے نے محبت کو سبھی مسائل کا حل سمجھا۔اس کا کہنا تھا''عیسائی اپنے پڑوسی کے ساتھ جھگڑا نہیں کرتے نہ ہی اس پر حملہ کرتے ہیں۔اور نہ ہی تشدد کا استعمال کرتے ہیں۔

ہمیں یہ جان کر حیرت ہولیکن خود فلسفہ اور روحانیت کے بارے میں گاندھی جی کا تجسّس افریقہ میں عیسائیوں کی صحبت میں پیدا ہوا تھا۔اس کے بارے میں انہوں نے اپنی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ''میں تو سفر کرنے کاٹھیاواڑ کی سازشوں سے بچنے اور معاش حاصل کرنے کے لئے جنوبی افریقہ گیا تھا،لیکن پڑ گیا خدا کی تلاش میں،خود شناسی کے حصول میں،عیسائی بھائیوں نے

میرے تجسّس کواور بڑھادیا۔وہ کسی بھی طرح کم ہونے والی نہیں تھی، میں خاموش بھی رہنا چاہتا تو بھی عیسائی بھائی بہن مجھے خاموش نہیں رہنے دیتے ۔لیکن جب ایک بار روحانیت اور خود شناسی کے بارے میں تجسّس سامنے آجاتا ہے تو کسی مذہب، برادری اور صحیفے میں مندھ کر نہیں رہ پاتا۔یہی گاندھی جی کے ساتھ ہوا۔

۳۔مہاتما گاندھی اور بدھ مذہب: گاندھی جی پر ہمیشہ یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ وہ سناتن ہندو مذہب کی آڑ میں بدھ مذہب کو فروغ دے رہے ہیں۔جب کہ ان کا ماننا تھا کہ بدھ نے صرف ہندو مذہب کو بڑھایا ہے۔جب گاندھی جی نے بدھ کو اپنی سادہ اور فرّاخ نظر کے ساتھ سے دیکھا تو انہوں نے پایا کہ بدھ نے واقعی ویدک فکر کے دھارے کو تقویت بخش اور بہتر بنانے کا کام کیا ہے۔علم کی روایت میں اسی طرح تو نئے علم کی نشو ونما ہوتی ہے۔ہر نئی نسل پرانی سوچ کی اچّھی اور منطقی باتوں کو قبول کرتی ہیاور لمبے عرصے میں جو برائیاں اس میں آتی ہیں انہیں دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔بدھ نے بھی ایسا ہی کیا۔

شری لنکا کے بدھسٹوں سے خطاب کرتے ہوئے گاندھی جی نے کہا کہ ’’میں پختہ یقین رکھتا ہوں کہ بدھ مذہب یا کہئے بدھ کی تعلیمات ہندوستان میں خوب پروان چڑھی۔بدھ مذہب سے واقف لوگ یہ جانتے ہیں کہ بدھ نے ویدک رسومات، اندھے اعتماد اور جانوروں کی قربانی جیسی پرتشدد حماقتوں سے نجات دلانا چاہا۔لیکن ان کی زبان آج کے رجعت پسندوں کی زبان نہیں تھی۔ان کی زبان صرف محبت، شفقت اور ہمدردی کی عکّاسی کرتی ہے۔گوتم بدھ نے اپنے زمانے میں خدا کے نام پر چلنے والی بری چیزوں کو مسترد کر دیا تھا۔گاندھی جی کے مطابق بدھ مذہب ترک، قربانی، عدم تشدد اور محبت کا پیغام دیتا ہے۔بدھ عظیم مبلّغین میں سے ایک تھے۔

۴۔مہاتما گاندھی اور جین مذہب: عدم تشدد کا عالمی دن ۲ اکتوبر مہاتما گاندھی جی کوی یومِ پیدائش کو وقف کیا گیا ہے۔آج پوری دنیا کے لئے مہاتما گاندھیاوران کا عدم تشدد ایک مثال ہے۔جبکہ گاندھی جی کی زندگی اوران کے افکار پر جین کامت کا اثر واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے۔مہاویر سے لے

کرمہاتما تک اور مہاتما سے لے کر اب تک جین مت اور عدم تشدد نے عالمی امن میں انوکھا تعاون کیا ہے۔

جہاں تک ہم عالمی تاریخ کو دیکھتے ہیں تشدد-انتقام کا وحشیانہ شیطانی چکّر نظر آتا ہے۔مہاویرسوامی کے زمانے میں تشدد اپنے عروج پر تھا۔کمزوروں،خواتین اور جانوروں پرظلم ہو رہے تھے۔مذہب کے نام پرمنافقت پھیلی ہوئی تھی۔ایسے وقت میں مہاویرسوامی نے تپسیہ سے علم حاصل کیا۔اورصرف اسی علم سے دہکتی ہوئی زمین کوراحت بخشی۔جین مت کے آخری تیرتھنکر مہاویر سوامی کے زیرِاثر سینکڑوں سالوں تک عدم تشدد اور امن کا راج رہا۔ستیہ گرہ اور عدم تشدد کا نظریہ گاندھی جی نے جین مت سے حاصل کیا۔سچّائی اور عدم تشدد کا سیاسی استعمال کرکے گاندھی جی نے جین مت کو بلندی عطا کی ہے۔

مذہبی ہم آہنگی: ہندوستان کی آزادی کی جدّ وجہد کواسی دن سمت مل گئی تھی جس دن گاندھی جی ۱۹۱۵ء میں جنوبی افریقہ سے لوٹے تھے۔اوراپنے سیاسی گروگوپال کرشن گوکھلے کے مشورے پر پہلے ہندوستان کا دورہ کیا۔پھر۱۹۱۹ء میں بہار کے چمپارن کی سرزمین پرتحریک کا آغاز کیا۔لیکن یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ گاندھی جینہ تو ۱۵ اگست ۱۹۴۷ئکے جشنِ آزادی میں شامل ہوئے اور نہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ءکواپنے شاگرد پنڈت جواہرلال نہرو کی تاریخی تقریر میں شرکت کی۔ایسے میں سوال یہ اٹھتا ہے کہ ملک کی آزادی کے لئے اپنا سب کچھ ترک کرنے والے گاندھی جی کیوں ملک کی اتنی بڑی کامیابی سے دور رہے۔اوراس وقت وہ تھے کہاں؟

دراصل بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ہندوستان کی تقسیم کی بنیاد پرملی آزادی گاندھی جی کو منظورنہیں تھی۔یہ وجہ تھی کہ جب پورا ملک آزادی کا جشن منارہا تھااس وقت گاندھی جی بنگال میں فسادات کی آگ بجھارہے تھے۔ہندواورمسلمان کے درمیان ہم آہنگی قائم کرنے کے لیے گاندھی جی گاؤں گاؤں گھوم رہے تھے۔ان کے پاس دینی کتابیں ہی تھی انہوں نے تمام ہندوؤں اور مسلمانوں سے امن برقرار رکھنے کی اپیل کی۔اوران سے حلف لیا کہ وہ ایک دوسرے کا قتل نہیں

کریں گے۔

یہاں اس واقعے کو بیان کرنے کا میرا مقصد یہی ہے کہ گاندھی جی کے مذہبی نقطہ نظر کے مطابق ان کے دل میں تمام مذاہب ذاتوں کے ساتھ ساتھ انسانوں کے لئے محبت کا احساس تھا۔اور گاندھی جی کے زمانے سے لے کر آج تک بھی ہندوستان میں مذہبی علیحدگی اور تنازعات چل رہے ہیں۔گاندھی جی اس مذہبی علیحدگی اور محاذ آرائی کو ختم کرنا چاہتے تھے۔اور ہندوستانی معاشرے میں مذہبی ہم آہنگی قائم کرنا چاہتے تھے۔

ماحصل: گاندھی جی کے مذہبی نقطہ نظر اور ہم آہنگی کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گاندھی جی ایک سناتنی ہندو پیروکار ہونے کے باوجود ہندوستان میں موجود تمام مذاہب کا احترام کرتے تھے۔انہوں نے تمام مذہبی کتابوں کا مطالعہ کر کے تمام مذاہب کے درمیان ہم آہنگی قائم کرنے کی کوشش کی۔ مذہب اور تنازعات کے اختلافات کو دور کر کے معاشرے میں مذہبی ہم آہنگی قائم کرنے کی کوشش کی۔

☆☆☆